خطبات خواجہ شمس الدین عظیمیg

ACD 09

Track - 1

79:00

عرس مبارک 1999 ئ

''خیال کیا ہے اور کہاں سے آتا ہے؟''

''اصل انسان روح ہے''

جب انسان اپنے آپ پر غور کرتا ہے ۔ خود کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔
تو یہ بات نظر آتی ہے کہ انسان ایک ماضی، حال، مستقبل کا تذکرہ کرتا ہے۔
کھلونہ ہے۔ وقت اس میں چابی بھر دیتا ہے۔ جب تک کھلونے میں چابی رہتی
ہے۔ کھلونہ چلتا رہتا ہے۔ اچھلتا رہتا ہے۔ کودتا رہتا ہے۔ جھٹکے کھاتے رہتا ہے۔
اور جب چابی کھلونے میں ختم ہوجاتی ہے تواس کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی
ہے۔ آپ نے، آج کل توبڑے نئے نئے قسم کے کھلونے آگئے ہیں، کنٹرول بھی ہوجاتے
ہیں ریموٹ کنٹرول سے۔ لیکن اگر اس کے اندر چابی نہ ہوتو کھلونوں میں
حرکت باقی نہیں رہتی۔ یہی صورت انسان کی بھی ہے ۔ کہ جب تک اس کے
اندر توانائی رہتی ہے، انرجی رہتی ہے یا سمجھ لیجئے روح رہتی ہے ، انسانی
کھلونے میں حرکت رہتی ہے اور جب وہ چابی ختم ہوجاتی ہے تو انسان بھی بے
چابی کھلونے کی طرح بن جاتا ہے ۔ یہ انسانی کھلونوں میں جو چابی ہے وہ نہ
تو نظر آتی ہے کہ کون چابی دے رہا ہے۔ نہ اس چابی کو کوئی سرا ہے جو
انسان کے اپنے ہاتھ میں ہو کہ جب چاہے۔ چابی بھر دے ، جب چاہے۔ چابی ختم
کردے۔ لیکن انسانی کھلونے چابی کے بغیر چلتا نہیں ہے۔ اس بات سے کوئی آدمی
انکار نہیں کرسکتا۔ انسانی زندگی میں یا انسانی کھلونے میں بنیادی بات یہ ہے
کہ اسے بھوک لگتی ہے کھانا کھاتا ہے، اسے پیاس لگتی ہے پانی پیتا ہے۔ اس کے
اندر جذبات و احساسات پیدا ہوتے ہیں تو وہ تقاضے بن جاتے ہیں ۔ کبھی وہ
غمگین ہوجاتا ہے ۔ کبھی وہ خوش ہوجاتا ہے۔ کبھی وہ امیر ہوجاتا ہے، کبھی
غریب ہوجاتا ہے، کبھی فقیر ہوجاتا ہے، کبھی بادشاہ بن جاتا ہے۔ لیکن یہ
امیری، غریبی، فقیری، بادشاہت ، غمگین ہونا، خوش ہونایہ سب بھی اسی وقت
تک ہے جب تک انسان کے اندر چابی بھری ہوئی رہتی ہے۔ اب وہ نظر تو ہمیں
آتی نہیں ہے۔ اس نظر نہ آنے والی چابی کا نام انسان نے شعوری اعتبار سے
خیال رکھا ہے۔ اب خیال آتا ہے تو آدمی پانی پیتا ہے، خیال آتا ہے تو آدمی کھانا
کھاتا ہے، خیال آتا ہے تو آدمی شادی کرتا ہے۔ خیال آتا ہے تو اس کے ہاں بچے
پیدا ہوتے ہیں۔ خیال آتا ہے تو وہ بچوں کی پرورش کرتا ہے۔ خیال آتا ہے تو
بھاگا بھاگا دفتر چلا جاتا ہے۔ خیال آتا ہے تو مزدوری کرتا ہے۔ اور خیال آتا ہے تو

کاروبار کرنے لگتا ہے۔ لیکن چھ ارب آبادی میں ایک فرد واحد اس بات سے انکار
نہیں کرسکتاکہ اگر انسان کو کسی بھی عمل کے بارے میں خیال نہ آئے تو انسان
کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ ماشاء اللہ اتنا بڑا مجمع ہے ہزاروں کی تعداد میں۔
میری آپ حضرات سے درخواست ہے کہ ساٹھ ، ستّر، اسّی، نوے، سو سالہ زندگی
میں کوئی ایک عمل ایسا آپ بتادیں جو آپ نے خیال آئے بغیر کیا ہو۔ ایک !
سوچیں ... ۔ ماشاء اللہ یہاں ساٹھ سال کے لوگ بھی ہیں، ستّر سال کے بھی
ہیں، چالیس کے بھی ہیں، تیس کے بھی ہیں، بیس کے بھی ہیں۔ اس زندگی
میں کوئی ایک عمل آپ ایسا بتا دیں جو آپ نے خیال آئے بغیر کیا ہو؟ ہاتھ اٹھادیں
بھئی کسی کو کوئی۔جی...؟ ڈھونڈیں ... دماغ میں ذرا تلاش کریں۔ نہیں ملے
گا۔ جب تک کسی چیز کے بارے میں خیال نہیں آئے گا عمل نہیں ہوگا۔ اتنی بڑی
حقیقت ہے کہ خیال آئے بغیر آپ کچھ نہیں کرسکتے۔ لیکن آپ کو اس بات کا علم
نہیں ہے کہ خیال کیا ہے۔ اور اس بات کا بھی علم نہیں ہے کہ خیال کہاں سے
آتا ہے۔ یا ہے بھئی؟ جب آپ کھانا بغیر خیال آئے نہیں کھاسکتے۔ پانی خیال کے
بغیر نہیں پی سکتے۔ دفتر آپ خیال آئے بغیر نہیں جاسکتے۔ اسکول آپ خیال آئے
بغیر اپنے بچوں کو نہیں بھیج سکتے۔ شادی خیال آئے بغیر آپ نہیں کرسکتے۔ تو
اتنی بڑی حقیقت کوکبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی پھر خیال کیا ہے،
کہاں سے آتا ہے؟ لاعلمی کا اتنا بڑا سمندر ہے کہ انسان اتنا بے بس ہے کہ کسی
بھی طرح عقل و شعور اس کا کام نہیں کرتا کہ وہ یہ بتا دے کہ خیال کہاں سے
آتا ہے اور خیال کیا ہے۔ کیوں بھئی کوئی صاحب بتاسکتے ہیں؟ بتاسکتے ہیں
کوئی صاحب؟ کہ ہاں / نہ میں جواب دیں بھئی۔ جب خیال آئے بغیر ہم زندگی کا
کوئی عمل نہیں کرسکتے ، کوئی حرکت نہیں کرسکتے تو پھر یہ تعریف اور یہ
قصیدے یہ سب کیا ہے؟ عظیمی صاحب نے تو خدمت خلق کردیا، عظیمی صاحب
نے یہ کردیا، عظیمی صاحب نے کتابیں لکھ دیں، عظیمی صاحب نے احسان ہوگیا
اور یہ کردیا ... کیا کردیاعظیمی صاحب نے؟ عظیمی صاحب کو خیال ہی نہ آتا تو
عظیمی صاحب کیا کرتے؟ عظیمی صاحب نے اگر چند کتابیں لکھ دی ہیں ۔ اگر
عظیمی صاحب کو لکھنے کا خیال ہی نہ آتا تو کتاب تو چھوڑئیے ایک سطر بھی
نہیں لکھی جاتی۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں کوئی آدمی کچھ نہیں ہے۔
قدرت جس سے جو کام لینا چاہتی ہے اس کام کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے
اس کو خیال آنے شروع ہوجاتے ہیں کہ مجھے یہ کرنا ہے، مجھے یہ کرنا ہے،
مجھے یہ کرنا ہے۔ مجھے ہسپتال بنانا ہے، مجھے مسجدبنانی ہے، مجھے سنیما بنانا
ہے۔ مجھے دکان بنانی ہے۔ مجھے گھر بنانا ہے۔ انسان کی اپنی حیثیت یہاں کچھ
بھی نہیں ہے۔ پیدائش کا مرحلہ بھی ابھی آپ نے تقریر میں سنا تھا، پیدائش کا
مرحلہ دیکھ لیجئے۔ آپ کو پتہ ہی نہیں کہ کہاں پیدا ہونا ہے۔ کیوں پیدا ہونا
ہے ۔ پیدا ہونا بھی ہے یا نہیں ہونا ہے۔ غریب کے ہاں پیدا ہونا، بادشاہ کے ہاں
پیدا ہونا، چمار کے ہاں پیدا ہونا ، نچلی ذات میں پیدا ہونا ہے۔ کچھ پتہ نہیں
ہے۔ اور اگر پتہ ہوتا بھئی ہر آدمی بادشاہ کے ہاں پیدا ہوتا۔ غریب کو تو اولاد

ہی نہ ہوتی بیچارے کیے تو پیدائش کے بارے میں بھی آپ کو کوئی اطلاع نہیں
ہے کہاں پیدا ہونا ہے۔ انگریز پیدا ہونا ہے۔ مسلمان پیدا ہونا ہے۔ یہودی پیدا
ہونا ہے۔ کیا پیدا ہونا ہے۔ ہندوستان میں پیدا ہونا ہے کچھ پتہ نہیں ہے۔ تو یہ
بات جب ہم سوچتے ہیں کہ یہاں دنیا میں کوئی حرکت اپنی ذاتی نہیں ہے۔
کوئی حرکت خیال کے بغیر نہیں ہے۔ تو خیال کہاں سے آتا ہے۔ اس کا بھی پتہ
نہیں ہے۔ خیال کیا ہے، اس کا بھی پتہ نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں جی خیال کا
مطلب ہے انفارمیشن، اطلاعات ۔ تو یہ تو معنی ہوئے خیال کا آپ نے معنی
انفارمیشن کرلیا ، اطلاع کرلیے تو اب بات یوںکچھ سمجھ میں آتی ہے یہ بھی
اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیال آیا بھئی اس بات کو سمجھیں تو کیسے سمجھیں۔
توبات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ یہ پوری کائنات ایک ڈرامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
اس کائنات کو ایک ڈرامے کی طرح بنایا ہے۔ اور اس ڈرامے میں کردار متعین
ہیں۔ ایک کردار یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھتا ہے ۔ دوسرا کردار یہ ہے کہ آدمی
نماز نہیں پڑھتا ہے۔ تیسرا کردار یہ ہے کہ آدمی سنیما دیکھتا ہے۔ یعنی جتنا آپ
اس کو پھیلاتے چلے جائیں گے تو یہ ایک جواب آپ کو ملے گا کہ یہ ساری کائنات
گروہی سسٹم میں بٹی ہوئی ہے۔ اور وہ گروہی سسٹم جو ہے وہ خیالات کے
تابع ہے۔ ایک آدمی کو تخریب کا خیال آتا ہے ، ایک آدمی کو تعمیرکا خیال آتا ہے۔
ایک آدمی تخریب کے خیال کو رد کرکے تعمیر کو قبول کرلیتا ہے۔ دوسرا آدمی
تعمیر کے خیال کر رد کرکے تخریب کے خیال کو قبول کرلیتا ہے۔ قبول کرنا ہو یا
نہ کرنا ہو یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب کہیں سے کوئی خیال آئے۔ خیال کی
تردید بھی تو خیال ہے ناں۔ مثلاً ایک آدمی کو شوق ہوا کہ میں سنیما دیکھنا ہے
مجھے۔ سنیما کی طرف چل پڑا۔ راستے میں خیال آیا جناب کیا سنیما دیکھنا ہے
اذان ہورہی چلو مسجد میں چلو۔ سوال یہ ہے وہ سنیما جانے والا آدمی مسجد
میں جب گیا تو کیوں گیا؟ کس تحریک کی بنیاد پر گیا؟ اس کو خیال آیا ۔ ایک
آدمی گھر سے نماز پڑھنے نکلا ، اس کا دوست مل گیا اس نے کہا کہ چلو سنیما
چلو تو وہ مسجد چھوڑ کے سنیما کی طرف چل پڑا۔ وہ کیوں سنیما کی طرف
چلا گیا ۔ اس کو بھی خیال آیا سنیما جانے کا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ جب یہ
صورتحال ہے تو انسان کی اپنی حیثیت نفی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اب مجھے
خیال آیا کہ میں نے تو ایک کتاب لکھنی ہے صاحب۔ اب وہ برابر خیال آرہا ہے ،
برابر خیال آرہا ہے، برابر خیال آرہا ہے۔ اٹھا کہ ... قلم اٹھایا، کاغذ سامنے رکھا
اور لکھنا شروع کیا ۔ تو دماغ میں نہ معلوم کہاں سے خیالات میں ترتیب اور
تدوین پیدا ہوگئی اور قلم لکھتا ہی چلا جارہا ۔ نہ دماغ دکھتا ہے نہ ہاتھ دکھتا
ہے۔کچھ عرصے کے بعد دیکھا تو کتاب بن گئی۔ لیکن جب پہلی دفعہ آپ نے قلم
پکڑا ہاتھ میں اور کاغذ پہ کچھ لکھنا شروع کیا تو آپ اس سے انکار نہیں
کرسکتے کہ پہلا عمل جو ہے وہ خیال کے تابع تھا براہ راست۔ خیال نہ آتا آپ قلم
ہاتھ میں پکڑتے نہیں کچھ لکھتے ہی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے وہ
نظام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جس طرح چلانا ہے یا اللہ تعالیٰ نے

اس کائنات کو جس سسٹم پر قائم کردیا ہے اس سسٹم کو قائم رکھنے کے لئے
اللہ نے ایک نظام بنایا ہے انسپائریشن کا۔ انسپائریشن کا ایک نظام بنایا اسے خیال
آتا ہے کہ یہ کرو ، وہ کرو، یہ کرو، وہ کرو۔ اور وہ آدمی اس خیال کو قبول
کرکے کام کرنا شروع کردیتا ہے ۔ یا اس خیال کو رد کرکے دوسرا کام کرنا شروع
کردیتا ہے۔ تو انسان کی اپنی حیثیت کیا ہوئی؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بڑی
وضاحت کے ساتھ اس بات کو فرمایا ... والرسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل
من عند ربنا ... کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے علوم سے آشنا کردیتے ہیں ، علم
الٰہی سے ان کو واقفیت ہوجاتی ہے ... یقولون ... وہ کہتے ہیں ... امنا بہ ...
کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں ، ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے ہیں ... کل
من عند ربنا ... کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ کیا آپ یہ کہیں گے شیطان
اللہ کی طرف سے نہیں ہے؟ بھئی پیدا جب شیطان ہوا تو شیطان خود ہی پیدا
ہوا یا اللہ نے پیدا کیا؟ انسان پیدا ہوا، اللہ نے پیدا کردیا۔ درندے ، چرندے، پرندے ،
حشرات الارض اور جتنے بھی مخلوقات پیداہوئیں، فرشتے بنے ، تخلیق ہوئے ، سب
اللہ کی طرف سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہے، ایک سسٹم بنایا ہے ۔
اور اس سسٹم کو اللہ تعالیٰ خود ہی چلا رہا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیائؒ نے ایک
دفعہ مجھ سے فرمایا کہ نظام تکوین میں یہ بڑی اہم بات ہے کہ ہر انسان کٹھ
پتلی کی طرح ہے۔ جس طرح کٹھ پتلی میں ڈوریاں بندھی ہوئی ہوتی ہیں اور
ان ڈوریوں کو ہلانے سے اس کے اندر حرکت پید اہوتی ہے ۔ ہر انسان کے اندر
بیس ہزار ڈوریاں بندھی ہوئی ہیں۔ اور ہر ڈوری کو ایک فرشتے نے تھاما ہوا
ہے۔ یعنی ایک انسان کی حرکت بیس ہزار فرشتوںکے تابع ہے۔ انسان نے اگر
ہاتھ ہلایا۔ تو اگر فرشتے ان ڈوریوں کو نہ ہلائے تو انسان کا ہاتھ نہیں ہل
سکتا۔ انسان نے اگر کھجایا۔ اگر فرشتے ان ڈوریوں کو نہ ہلائے تو ہاتھ نیچے سے
چہرے پر نہیں جاسکتا۔ مختصر یہ ہے کہ ہر انسان بیس ہزار فرشتوںکے ہاتھ
میں کھلونے بنا ہوا ہے۔ یا انسان کے اندر اگر بیس ہزار چابیاں لگی ہوئی ہیں
جب تک وہ بیس ہزار چابیاں انسان کے اندر اگر نہیں ہوتیں انسان حرکت نہیں
کرسکتا۔ اب یہ بیس ہزار فرشتے ہر انسان کے ساتھ اب یہ اتنے لوگ بیٹھے ہوئے
ہیں اب آپ اندازہ لگائیں کہ ہر آدمی کے ساتھ بیس نہیں، بیس سو نہیں، بیس
ہزار ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو اس طرح قائم کیا ہوا ہے تو اب اس کے بعد
اس بات کی گنجائش کہاںرہ جاتی ہے کہ انسان کچھ نہیں ہے سب کچھ
دروبست اللہ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سب کچھ ہی اللہ ہے پھر
، اچھائی، برائی ، پھر یہ کیا چیز ہے؟ یہ اچھائی اور برائی بھی یہ گناہ، ثواب
اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائی گئی ہے۔ مثلاً اگر پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام ،
ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ۔ اور وہ نوع انسانی کو
اچھائی اور برائی کا تصور نہ دیتے ۔ اچھائی اور برائی کے خیال سے آراستہ نہ
کرتے تو نوع انسانی اچھائی اور برائی کے خیال سے واقف نہ ہوتی۔ اب بکری ہے،
بھیڑ ہے، گائے ہے، دنبہ ہے۔ وہ اچھائی برائی کے تصور سے واقف نہیں ہیں۔ لٰذا

اچھائی برائی کے تصور سے چونکہ وہ واقف نہیں ہیں اس لئے جزا اور سزا سے
بالکل بری الذمہ ہیں۔ تو یہ بھی ایک اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ انسان
واحدمخلوق ہے اللہ تعالیٰ کی ، دوسرے نمبرپہ جنات ہیں۔ انسان واحد مخلوق
ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے خیال کے ذریعے اس بات سے بھی آگاہی عطا فرمائی
کہ اچھائی اور برائی کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کو پسند کرتا ہے
نوع انسانی کے لئے، وہ اچھائی ہے۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نوع انسانی کے
لئے پسندنہیں کرتا وہ برائی ہے۔ مثلاً ایک بکری کہیں سے بھی چوری کرکے کسی
کھیتی میں چلی جائے، کسی کے گھر چلی جائے، چوری کرکے وہ اپناپیٹ بھرلیتی
ہے۔ اس کے اوپر مقدمہ نہیں بنتا۔ کیوں نہیں بنتا۔ اس لئے نہیں بنتا کہ
پیغمبروں نے بکری کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ نہیں کیا۔ پیغمبروں نے
صرف انسان کو اچھائی اور برائی کے تصور سے آگاہ کیا ہے۔ اب آپ اس کو مزید
اگر گہرائی میں فکر کریں تو یہ کہنے پر مجبور ہے نوع انسانی کا ہر فرد کہ
انسان کی ذات بالکل نفی ہے۔ کچھ نہیں ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے پیدا
ہوجاتا ہے۔ جتنے دن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ، زندہ رہتا ہے۔جتنے وسائل اللہ تعالیٰ
اس کو دیتا ہے اس وسائل سے مستفیض ہوجاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے
اس دنیا میں انسان نہ رہے ، یہاں سے چلاجاتا ہے وہ ۔ اب وسائل کی بھی یہی
بات ہے۔ اب وسائل میں پیسہ ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ سونا ہی نہ بناتے ، تو
کرنسی نہ بنتی۔ اللہ تعالیٰ نے سونا بنادیا ، ایک دھات بنادی ، جس کی نوع
انسانی نے یا نوع انسانی کو انسپائر کیا گیا کہ سونا ایک ایسی دھات ہے کہ اس
کو کرنسی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ انسان نے اس خیال کے تحت سونے
کو کرنسی قرار دے دیا۔ نتیجے میں کرنسی بن گئی۔ اب اس کرنسی سے انسان
نئی نئی چیزیں خرید رہا ہے۔ جتنی سائنسی ایجادات ہیں اس میں آپ دیکھ
لیجئے ۔ کوئی سائنسی ایجاد ایسی نہیںہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے وسائل
کے بغیر بن گئی ہو۔ زمین پر پہلے سے وسائل موجودہیں۔ ان وسائل میں کمی
بیشی سے ، ان وسائل کے اندر ریسرچ سے ، تحقیق سے، تلاش سے دو چار چیزوں
کو ایک جگہ جمع کرکے کوئی نئی چیز بن جاتی ہے۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا کہ
کوئی چیز ایسی بن گئی ہو کہ جو زمین پر پہلے سے موجود نہ ہو۔ کھانے کا بھی
یہی حال ہے۔ گیہوں پہلے سے زمین پر موجود ہے۔ کسان کی پیدائش سے پہلے
سے ہے۔ آلو انسان کی پیدائش سے پہلے سے ہے۔ چاول ، مچھلی ۔ جلانے کے لئے
لکڑی ، تیل ، گیس، بجلی، پانی ۔ بتائیے کون سی ایسی چیز ہے جو زمین پر
موجود نہیں ہے اور آپ اس کو کھا کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ بارش، دھوپ، چاندنی،
منرلز، علاج کے لئے جڑی بوٹیاں۔ اب آپ غور کریں بتائیے آپ کی بھوک کا سامان
پہلے سے فراہم کردیا گیا ہے یا آپ خود بناتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ گیہوں پیدا نہ
کرتے ۔ اللہ تعالیٰ ہوا نہ بناتے۔ اللہ تعالیٰ پانی پیدا نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی
غذائی ضروریات پیدا نہ کرتے تو انسان کی پیدائش ہی زیر بحث نہیں آسکتی
تھی۔اب پھر آپ ذرا غور و فکر کریں تھوڑا سا کہ آپ زندہ رہنے کے لئے جو

وسائل استعمال کرتے ہیں ان وسائل کی تخلیق میں آپ کا کیا عمل دخل ہے؟
غور کریں۔ پانی آپ نے بنایا؟ ہوا آپ نے بنائی؟ گندم کا بیج آپ نے بنایا؟ کوئی چیز
بتائیں ایک جو بنائی ہو آپ نے؟ اور زیادہ غور کریں پیدائش پر آپ کو کسی قسم
کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ لیکن جب آپ اس دنیا میں آتے ہیں تو آپ کی ضروریات
زندگی کی ہر چیز پہلے سے مہیا ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کسی انسان نے پیدا
ہونے کے بعد اپنی ضروریات کی کفالت خود کی ہو۔ ہر چیز پہلے سے موجود
ہے۔ جب آپ ، میں پیدا ہوا زمین بھی موجود تھی جس میں گھر بنے۔ دودھ بھی
موجود تھا جس سے میری نشو و نما ہوئی۔ بڑا ہوا ، تو حفاظت کے لئے والدین
موجود تھے جنہوں نے میری حفاظت کی۔ ذرا اور بڑا ہوا ، کھانے پینے کے قابل ہوا
توگیہوں پہلے سے موجود تھا۔ گوشت پہلے سے موجود تھا۔ سبزی پہلے سے
موجود تھی۔ روئی پہلے سے موجود تھی جس کا میں نے لباس پہنا۔ زمین پہلے
سے موجود تھی جس پر میں نے کاشت کی۔ بازار پہلے سے موجود تھا جہاں میں
نے دکان کی۔ کاروبار پہلے سے موجود تھا جہاں میں نے مزدوری کی۔ آپ بتائیے
کون سی ایسی چیز ہے جو میں نے پیدا ہونے کے بعد خودبنائی ہو؟ کوئی ایک چیز
بتائیں۔ اب انصاف سے بتائیے کہ پھر انسان خود کیا ہے؟ کیا ہے انسان بھئی؟ کچھ
بھی نہیں ہے۔ اللہ نے اپنی مرضی سے بنایا۔ اللہ نے اپنی مرضی سے جو اس کو
کھلاناپلاناچاہا وہ چیزیں بنادیں۔ اللہ اگر چاہتا تو ہم مٹی کا تیل پینے لگتے۔ اب
اللہ نے چاہا پانی پیو تو اللہ نے پانی بنادیا تو ہم پانی پینا شروع ہوگئے۔ اللہ نے
ہمارے لئے فوڈ میں گوشت بنادئیے ، گوشت کھانا شروع ہوگئے۔ ہوسکتا ہے کہ
اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ ہم پتھر کھائیں تو شتر مرغ کی طرح ہم پتھر کھانا
شروع کردیتے۔ آپ لوگ ... یہ ذرا آج میں تقریر وقریر کرتے کرتے تھک گیا ہوں
بہت ہوگئی ہے۔ یہ اب ذرا تھوڑی سی ایک گفتگو کا ایک انداز ہے۔ سوچنے اور
سمجھنے کی بات ہے۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ انسان کیا ہے؟ انسا ن کہاں بااختیار
ہے؟ انسان نے خود کفالت کے لئے کون سی ایسی چیز بنائی کہ جس کے بارے میں
وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ میں نے بنائی ہے؟ ہے کوئی چیز بھائی؟ اب ایک ہی
بات کہی جاسکتی ہے کہ یہاں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ نے جس طرح
چاہا ۔ اب انسان کو اللہ نے ایک تخلیق بنائی ۔ کان یہاں لگا دئیے۔ آنکھیں یہاں
لگا دیں۔ ناک یہاں لگادی۔ انسان بن گیا۔ کروڑوں سال ہوگئے وہ ایک سا ہی
انسان بن رہا ہے۔ ہاتھی کی ناک لمبی کردی، سونڈ بنادی تو ہاتھی بن رہا ہے۔
گائے کے دو ہاتھ آگے کردئے ،دو ٹانگیں پیچھے کردیں۔ کمر اس کی طول میں ڈال
دی۔ انسان کو سیدھا کھڑا کردیا۔ انسان کے بھی دو ہاتھ ہیں ، دو پیر ہیں۔ گائے
کے بھی دو ہاتھ ہیں، دو پیر ہیں۔ پرندے کے دو پیر کردئے۔ دو پر لگادئیے۔ دو پر
اس کے دو ہاتھ ہوگئے ۔ دو ٹانگیں اس کے دو پیر ہوگئے۔ تو مقصد یہ ہے کہ جو
ساخت ہے اس ساخت میں بھی انسان کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ جس طرح
کی ساخت اللہ نے بنادی ہے ، بس انسان اسی ساخت پر بن رہا ہے۔ رنگ الگ
ہوسکتا ہے۔ ناک لمبی، گول، چپٹی ہوسکتی ہے۔ آنکھ لمبی، مخروطی ، چھوٹی

ہوسکتی ہے۔ لیکن دنیا کے کسی بھی خطے میں جب انسان کا تذکرہ ہوگا تو آپ
اس کو انسان ہی کہیں گے۔ اس لئے کہ انسان کی شکل و صورت میں یکسانیت
ہے۔ گائے کی شکل و صورت میں یکسانیت ہوتی ہے۔ پرندے کی شکل و صورت
میں یکسانیت ہوتی ہے۔ انتہا یہ کہ چیونٹی کی شکل و صورت میں بھی
یکسانیت ہوتی ہے۔ اب یوں کہنے کو تو بھائی یہ ہے کہ انسان یہ کہتا ہے کہ
میں نے یہ کیا، میں نے یہ کیا ، میں نے تیر ماردیا،میں ... وہ پتہ نہیں میں کیا چیز
ہے۔ میں نے یہ کردیا، میں نے وہ کردیا ۔ تو ماشاء اللہ آپ اتنے پڑھے لکھے لوگ
ہیں کیا کوئی ایک آدمی اس مجلس میں ، میں کی تشریح کرسکتا ہے؟ کوئی
صاحب کھڑے ہوکر بتائیں کہ میں کیا چیز ہے؟ بھئی ہم کہتے ہیں ناں میں نے
کھایا، میں نے پیا، میں نے مارا، میں نے خیرات دے دی۔ یہ میں کیا چیز ہے؟ میں تو
جب زیر بحث آتی ہے کہ جب آپ میں کوئی تو اپنی چیز ہو ۔ جو آپ کے اختیاری
ہو، جس پر آپ کا تصرف ہو۔ کوئی انسان مرنا نہیں چاہتا۔ اور مر جاتا ہے۔
کوئی انسان مال اور دولت جمع کرکے اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔ وہ مجبوراً اسے
سارا مال و دولت اپنا چھوڑنا پڑتا ہے۔ اولاد بھی چھوڑنی پڑتی ہے۔ والدین بھی
چھوڑنے پڑتے ہیں۔ مکان بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ تو اگر میں نے وہ مکان بنایا ہے تو
میں اپنا مکان چھوڑ کر کیوں جارہا ہوں بھئی؟ جب میں ، میں ہوں تو میں تو
مرنا نہیں چاہتا، میں مرکیوں جاتا ہوں؟ تو اب یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ
دنیا ایک دھوکہ ہے۔ ایک کیریکٹر ہے، کردار ہے ، اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں
ہے۔ اب اس کردار میں ، ڈرامے میں اگر کردار اچھا ہے ، تو اس کو سب اچھا
کہتے ہیں۔ اگر کردار برا ہے تو اس کو سب برا کہتے ہیں۔ وہ انسان جو کردار
کررہا ہے ، نہ وہ اچھا ہے نہ برا ہے وہ اپنے کردار سے پہچانا جاتا ہے۔ جب
انسان اس بات کو جان لیتا ہے کہ انسان کردار کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس وقت
اس کے اوپر حقیقت منکشف ہوتی ہے ۔ اور جب تک انسان اس بات کے بارے میں
ناواقف رہتا ہے تو وہ یہی سمجھتا رہتا ہے کہ انسان ہی سب کچھ ہے۔ اس کے
ذہن میں یہ بات کبھی آتی ہی نہیں ہے کہ بھئی میں تو پیدا ہونے پر بھی بااختیار
نہیں ہوں۔ میں تو مرنے پر بھی بااختیار نہیں ہوں۔ میں تو چاہتا ہوں میں تو نہ
مروں لیکن میں تو مرجاتا ہوں۔ میں تو یہ بھی چاہتا ہوں سدا جوان رہوں، میں
تو بوڑھا بھی ہوجاتا ہوں۔ دانت بھی ٹوٹ جاتے ہیں، آنکھوں میں موتیا بھی اتر آتا
ہے۔ ٹانگوں میں خم بھی آجاتا ہے۔ گھٹنوں میں درد بھی ہوجاتا ہے۔ اور
گھسٹتے ، گھسٹتے آدمی مر بھی جاتا ہے۔ ان باتوں سے آپ نے کیا نتیجہ مرتب کیا؟
کہ انسان کیا ہے؟ جی بھائی کیا نتیجہ مرتب ہوا؟ انسان کچھ نہیں ہے۔ جب
انسان کچھ نہیں ہے تو کچھ کون ہے؟ جس نے انسان کو بنایا۔ لقد خلقنا انسان
فی احسن تقویم ... ثم رددنہ اسفل سافلین ... کہ انسان میری بہترین صناعی
ہے لیکن اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے۔ بہترین صناعی سے کیا مراد ہے؟ کہ
کائنات میں جتنی بھی تخلیقات ہیں ان تخلیقات میں واحد تخلیق انسان کی ایسی
ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے اس نظام کو سمجھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو

ایسی صلاحیت عطا کی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اس نظام کو سمجھ سکتا ہے۔
اور اگر اس نظام کو وہ سمجھنا نہ چاہے تو اس سے بڑا ظالم اور جاہل کوئی
نہیں ہے۔ اس سے بڑا ناشکرا کوئی نہیں ہے۔ اس سے بڑا کفران نعمت کرنے والا
کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جمع کیا ، سارے فرشتے جمع ہوگئے۔
اور فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں زمین میں۔
فرشتوں نے کیا کہاکہ اللہ تعالیٰ آپ جو اپنا نائب بنانا چاہ رہے ہیں۔ تو خون
خرابہ اور فساد برپا کردے گا زمین کے اوپر۔فرشتوں کو یہ کہنا کہ آدم زمین پر
خون خرابہ اور فساد برپا کردے گا، اس کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہوا
کہ فرشتے زمین پر خون خرابہ اور فساد پہلے دیکھ چکے تھے۔ وہ ان کو علم تھا۔
آدم سے پہلے جو مخلوق تھی اس مخلوق نے جب زمین پہ فساد برپا کردیا تو
فرشتوں کے علم میں بات آگئی ۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کی تو
فرشتوں نے یہ دیکھا کہ یہ عناصر تو وہی ہیں جن عناصر سے پہلی مخلوق نے
زمین پر فساد برپا کردیا تھا۔ یعنی جنات نے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا خون
خرابہ ، فساد برپا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنے اسماء کا علم سکھایا ،
اپنی صفات کا علم سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے رموز آدم کو سکھائے۔
تخلیقی فارمولے سکھائے۔ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جو مشیت کام کررہی ہے
اس مشیت کا علم آدم کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ۔ اور آدم سے کہا کہ ہم نے
تمہیں جو کچھ سکھادیا ہے وہ تم بیان کرو۔ آدم نے جب ان علوم کی تشریحات
کیںتو فرشتوں نے کہا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھادیا ہے ،
یہ تو ہم سے بہت زیادہ علم جانتا ہے۔ کیونکہ یہ ہم سے بہت زیادہ علم جانتا
ہے اس لئے ہم آپ کے حکم کی تعمیل میں اس کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔
جنات میں سے ایک گروہ نے آدم کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟
اس گروہ کو اللہ تعالیٰ نے مردود قرار دے دیا۔ مردود ہونے میں کیا عوامل پیش
آئے کہ جنات کے گروہ نے... ایک گروہ نے اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علوم سے
انحراف برتا۔ توبھئی اب یہ ڈھونڈو کہ اب ہمارا ٹھکانہ کہاں ہے۔ ہم کہاں
کھڑے ہیں۔ سب اچھا ہی اچھا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کھڑے کہاں ہیں؟
آدم کے علوم جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ... علم ادم الاسماء کلھا ... ثم
عرضہم علی الملائکۃ ... فقال انبئونی باسمائے ھٰئولے ان کنتم صادقین ... اللہ
تعالیٰ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو بیان کرو جو آدم نے بیان کیا تم بھی بیان کرو۔
فرشتوں نے کہا ... قالوا لا علم لنا الا ما علمتنا ... انک انت العلیم الحکیم ... اللہ
تعالیٰ ہم یہ علم نہیں جانتے۔ اور اس بنیاد پر فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو
تسلیم کرلیا۔ ابلیس نے تسلیم نہیںکیا اور مردود قرار پاگیا۔ تو آدم کی اولاد نے اگر
علم الاسماء نہیں سیکھا ۔ آدم کی اولاد نے علم الاسماء کا کھوج نہیں لگایا تو
ابلیس میں اور آدم میں کیا فرق ہے؟ جب کسی بندے کو علم الاسماء کی روشنی
مل جاتی ہے تو آپ یقین کریں اس بندے کے اندر سے میں نکل جاتی ہے۔ اس کو
اس بات کا علم ہوجاتا ہے کہ یہاں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جو اللہ چاہتا

ہے وہ ہو جاتا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیائ فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کی طرز
فکر یہ ہے کہ پیغمبر اپنی ذات کی معرفت کسی بات کا تذکرہ ہی نہیں کرتا۔
پیغمبر ہمیشہ کئیر آف اللہ سوچتا ہے۔ اب اس آیت کو آپ پڑھیں ......
والرسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا ...کہ جن لوگوں کو علم
حاصل ہوجاتا ہے ، وہ علم میںمستحکم ہوجاتے ہیں ، ان کے اندر مشاہداتی نظر
پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علم الاسماء سے واقفیت حاصل کرلیتے ہیں ۔
وہ اعلان کرتے ہیں ... امنا بہ ... ہمارا یہ یقین ہے ... کل من عند ربنا ... کہ
یہاں ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ جب ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ
ہی دانا و بینا ہے۔ اللہ ہی سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ ہم گناہ کب کرتے ہیں؟ گناہ
ہم اس وقت کرتے ہیں جب ہمیں یہ یقین ہوجاتا ہے ہمیں کوئی دیکھ نہیں رہا
ہے۔ تو اللہ دیکھ رہا ہے؟ جی؟ سب کو دیکھ رہا ہے؟ تو گناہ کیسے کرلیتے ہیں
ہم؟ اس کا مطلب ہے ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ زبان سے کہہ رہے ہیں اللہ دیکھ
رہا ہے۔ ہمارے یقین میں یہ بات نہیں ہے کہ ہمیں اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہم تو
انسان کے دیکھنے سے گناہ سے باز آجاتے ہیں۔ اللہ کے دیکھنے سے کیسے گناہ
کرسکتے ہیں۔ ایک ہے زبانی جمع خرچ اور ایک ہے یقین۔ مشاہدہ ہونا کسی
چیز کا کہ جب انسان کے اندر مشاہداتی نظر پیدا ہوجاتی ہے تو اسے اٹھتے،
بیٹھتے ، چلتے ، پھرتے ، کھاتے ، پیتے ہر جگہ اللہ نظر آتا ہے۔ حضور قلندر بابا نے
فرمایا ایک پیر صاحب نے اپنے ایک مرید کو مرغا دیا بھئی اسے ایسی جگہ جاکر
ذبح کردے جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ وہ گیا اور جلدی سے لاکر ذبح کرکے دے دیا
اس نے دوسرے مرید کو بلایا اس سے بھی کہا کہ بھئی یہ مرغا ہے اسے جاکر
ایسی جگہ ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھے۔ وہ جناب گیا گیا شام ہوگئی، رات گزر
گئی ، اگلے دن جناب وہ مرغا بغل میں دبائے چلا آرہا ہے۔ تو انہوں نے کہا بھئی
عجیب آدمی ہے چوبیس گھنٹے ہوگئے مرغا ذبح نہیں کیا، ایسے ہی لے آئے۔ مرید
نے کہا کہ صاحب آپ نے یہ فرمایا تھا کہ جہاں کوئی نہ دیکھے وہاں ذبح کرنا ۔
میں تو ہر جگہ ، کونے میں ، کھدرے میں، درخت کے نیچے ... ہر جگہ جہاں بھی
اس کے حلق میں چھری رکھی میں نے یہ دیکھا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ آپ نے یہ
فرمایا تھا کہ جہاں کوئی نہ دیکھے وہاں ذبح کرنا۔ لیکن اللہ دیکھ رہا تھا لہٰذا
میں لے آیا۔ مجھے تو کوئی جگہ ایسی ملی نہیں۔یہ اللہ کا دیکھنا کس وقت
ممکن ہے۔ اللہ کا دیکھنا اس وقت ممکن ہے جب آپ اللہ کو دیکھنا چاہیں۔ اب
کوئی انسان جو آدم کی وراثت کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ سے علم الاسماء
سیکھے۔ فرشتوں کو بھی دیکھے۔ شیطان کو بھی دیکھے۔ اب اس کے بعد آپ
دیکھئے کیا وہ بندہ کوئی ایسا کام کرسکتا ہے جو اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہو؟ اس
لئے کہ وہ تو اللہ کو دیکھ چکا ہے۔ اللہ سے علم الاسماء سیکھ چکا ہے۔
فرشتوں کو سجدہ کرتے دیکھ چکا ہے۔ جس گروہ نے اللہ کی اس نعمت کا
کفران کیا اس کو مردود ہوتے دیکھ چکا ہے۔ آدم کے ورثے کا مطلب یہ نہیں ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اگر آدم کو، آپ کے ابا کو وہ علم الاسماء سکھا دیا تو اس کی

اولاد اسے نہیں سیکھ سکتی۔ اگر آدم کی اولاد علم الاسماء نہیں سیکھتی وہ
اولاد ناسعید ہے۔ اس اولاد کو آپ کسی بھی طرح خوش بخت نہیں کہہ سکتے۔
ایک بادشاہ کا ... بادشاہ ہے۔ باپ بادشاہ ہے، بیٹا اس بادشاہت کو قبول ہی
نہیں کرتا ، وہ کشکول لئے گداگری کرتا ہے ، جگہ جگہ مانگتا پھرتا ہے۔ کیا اس
اولاد کو آپ سعید کہہ سکتے ہیں؟ تو یہ روحانیت جو ہے روحانیت ہمیں اس بات
کا درس دیتی ہے کہ آدم کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے علم الاسماء کا علم آنا
چاہئے۔ و علم الادم اسماء کلھا ... اگر اسے علم الاسماء نہیں آتا تو وہ آدم کی
اولاد کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ پھر اس کی حیثیت کتے کی ہوسکتی ہے، بلے
کی ہوسکتی ہے ، چوہے کی ہوسکتی ہے، چیل کی ہوسکتی ہے ، بھیڑ کی
ہوسکتی ہے، آدم کی نہیں ہوسکتی۔ آدم کا مطلب ہی یہ ہے کہ آدم کی اولاد
کو آدم کا ورثہ منتقل ہو۔ بھائی آدم کا ورثہ آپ کو منتقل ہورہا ہے۔ ناک آدم
جیسی ہے، آنکھ آدم جیسی ہے، پیر آدم جیسے ہیں، ہاتھ آدم جیسے ہیں۔
انسپائریشن آدم کی طرح آپ کو ہورہا ہے۔ اچھائی اور برائی کا تصور آپ کو دے
دیا گیا ہے۔ آدم کی اولاد میں ... ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے اچھائی اور
برائی کے تصور سے آپ کو آشنا کردیا ہے۔ آدم کی اولاد ایک لاکھ چوبیس ہزار
پیغمبروں نے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرکے یہ ثابت کردیا ہے ، اپنی
برادری کو بتادیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کے حصول میں بڑی سے بڑی قربانی
بھی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ حضرت ابراہیم بیاسی سال کی عمر میں اللہ
تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا۔ غور فرمائیں بیاسی سال۔ بیاسی سال انتظار کیا۔
اس کا مطلب ہے بیاسی سال دعا کی اللہ تعالیٰ سے۔ بیاسی سال کی عمر میں
اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا۔بیٹا دیکھنے کے لائق ہوا۔ چلنے پھرنے کے قابل ہوا۔ اللہ
تعالیٰ نے کہا ذبح کردو۔ حضرت ابراہیم نے ذبح کردیا۔ یہ بات الگ ہے اللہ تعالیٰ
نے ان کی قربانی کو قبول فرماکے بیٹے کو بچالیا لیکن حضرت ابراہیم نے اپنی
بات پوری کردی۔ حضرت ابراہیم کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ یہ تو میں نے
خواب دیکھا ، خواب و خیال کی باتیں ہیں، کہیں بیٹے کو بھی کوئی ذبح کرتا ہے۔
یہ کیوں کیا؟ اس کے پیچھے یہ لاجک ہے کہ انسان کو یہ درس دیا گیا ہے کہ
انسان جب اللہ تعالیٰ کے معاملات کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ بڑی سے بڑی
قربانی سے دریغ نہیں کرتا۔ ہماری یہ صورت ہے کہ ہم علم الاسماء سیکھنے کے
لئے اتنا بھی وقت نہیں نکال سکتے جتنا وقت ہم پرائمری پڑھنے کے لئے نکالتے
ہیں۔ کہتے یہ ہیں کہ صاحب نوع انسانی بڑی بے سکون ہے۔ نوع انسانی بڑی
پریشان ہے۔ نئے نئے عذاب میں مبتلا ہے۔ طرح طرح کی بیماریاں اسے لپٹ گئی
ہیں۔سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت جو آپ کے باپ آدم کی نسبت سے
آپ کا ورثہ ہے آپ نے اس کے حصول میں کتنی جدوجہد اور کوشش کی۔ جب
آپ کو آپ کے باپ آدم کا ورثہ ہی حاصل نہیں ہے تو آپ آدم کہلانے کے مستحق
کس طرح ہیں؟ آدم کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ حیوان کہلانے کے مستحق
ہیں۔ بھئی بچے تو حیوانات کے بھی ہوتے ہیں، ہمارے بھی ہوگئے۔ بھوک حیوانات

کو بھی لگتی ہے، ہمیں بھی لگتی ہے۔ بھوک درندوں کو بھی لگتی ہے، ہمیں بھی لگ جاتی ہے ۔ پانی وہ بھی پیتے ہیں ، ہم بھی پی لیتے ہیں۔ گرمی سردی سے بچت کا اہتمام وہ بھی کرتے ہیں۔ ہم بھی کرلیتے ہیں۔گھر وہ بھی بناتے ہیں۔ ہم بھی بنالیتے ہیں۔اپنے بچوں کو دودھ ان کی مائیں بھی پلاتی ہیں ۔ ہماری مائیں ہمیں دودھ پلادیتی ہیں۔ گائے بھی اپنے بچے کو نو مہینے میں پیٹ میں رکھتی ہے۔ ہماری ماں بھی ہمیں نو مہینے پیٹ میں رکھ لیتی ہیں۔ وہ بھی اپنے بچوں کی نشو و نما کے لئے سب کچھ کرتے ہیں جو ضروری ہوتاہے، ہمارے والدین بھی اپنے بچوں کی نشو و نما کے لئے سب کچھ کرتے ہیں جو ضروری ہوتا ہے۔ حیوان اور انسان میں امتیاز کہاں ہے؟ کس بنیاد پر آپ حیوانات سے ممتاز ہیں؟ سوچنے کی بات یہ ہے۔ عقل کے اعتبار سے اگر آپ ممتاز ہیں ، حواس کے اعتبار سے اگر آپ ممتاز ہیں، سینس کے اعتبار سے اگر آپ ممتاز ہیں تو کس طرح ممتاز ہیں؟ کتے آپ سے زیادہ باحس ہیں۔انسان کی تو وہ قیمت نہیں ہے ۔ ایک کتے کی جب وہ سونگھ کے ہیروئین آپ کی پکڑتا ہے سات سات لاکھ، گیارہ گیارہ لاکھ روپے قیمت ہوتی ہے اس کی۔ اور انسان اتنا بے بس اور مجبور ہے کہ اپنے انسان بھائیوں کو پکڑنے کے لئے کتوں کا محتاج ہے۔ انسان نہیں سونگھ سکتا ہیروئن کی خوشبو۔ کتا سونگھ لیتا ہے۔ کس طرح آپ کی فضیلت ثابت ہوئی؟ اگر آپ کی عقل یہ ہے کہ آپ گھر بنالیتے ہیں تو شہد کی مکھی کا چھتہ دیکھا ہے آپ نے تو وہ بنا کے دکھائیں کسی انسان نے بنایا ہو ایسا گھر تو۔ آپ کہتے ہیں جی ہم کبوتر سے زیادہ ممتاز ہیں۔اڑ کر دکھائیں کبوتر کی طرح۔ اب ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آپ اڑ گئے الگ بات ہے، کبوتر تو خود بخود اڑ جاتا ہے اس کو تو ہوائی جہاز کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کسی بھی صورت سے انسان یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ وہ حیوانات سے ممتاز ہے۔ انسان اگر حیوانات سے ممتاز ہے تو اس بنیاد پر ہے کہ اس کو علم الاسماء حاصل ہے۔ اور اس ورثے کو وہ حاصل کرسکتا ہے۔ اگر انسان اپنے باپ آدم کے ورثے علم الاسماء کو حاصل نہیں کرتا ، ہر گز وہ حیوانات سے ممتاز نہیں ہے۔ اس کا تو امتیاز ہی یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے وہ علوم منتقل کردئے ہیں۔ ان علوم کی صلاحیتیں منتقل کردی ہیں ، جن علوم کو کائنات میں انسان کے علاوہ دوسری کوئی مخلوق نہیں سیکھ سکتی۔ نہ فرشتے سیکھ سکتے ہیں۔ نہ جنات سیکھ سکتے ہیں اور نہ کوئی اور مخلوق سیکھ سکتی ہے۔ سکون لے لیجئے۔ آپ کہیں جی انسان ممتاز ہے حیوانات سے۔ انصاف کرکے بتائیں پرندوں کو زیادہ سکون ہے یا آپ کو زیادہ سکون ہے۔ چرندوں کو زیادہ سکون ہے یا دو پیروں سے چلنے والے حیوان کو زیادہ سکون ہے۔ نیند زیادہ گائے بھینس کو آتی ہے یا انسان کو آتی ہے۔ بیماریوں کی طرف آجائیے۔ آپ دیکھیں انسان کتنے بیمار ہوتے ہیں اور حیوانات کتنے بیمار ہوتے ہیں۔ اس کا بھی آپ موازنہ کرسکتے ہیں۔ بات ایک ہی ہے انسان کتنی بھی کوشش کرلے ، کتنی بھی عقل لڑا لے ، کتنا اپنے آپ کو بہتر سے بہتر ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ انسان کبھی بہتر نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ

وہ حضرت آدم کے ورثہ ، علم الاسماء کے حصول کی جدوجہد اور کوشش کریں۔
اگر کوئی انسان علم الاسماء نہیں سیکھتا ، تو اس کی حیثیت حیوانات سے بالکل
الگ نہیں ہے۔ اور جب کوئی انسان علم الاسماء سیکھ لیتا ہے تو اس کے اوپر یہ
راز منکشف ہوجاتا ہے کہ یہاں میں ، تو، ایک ، دو اور دس ، بیس کچھ نہیں
ہے ۔ اگر ہے تو صرف اللہ ہے۔ اور جب ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ اللہ کے
علاوہ یہاں کچھ نہیں ہے ۔وہی اسٹیج ہے جس اسٹیج پہ انسان اللہ کا دوست
بن جاتا ہے۔ جب کوئی آدمی اللہ کو جانتا ہی نہیں تو اللہ کا دوست کیسے بن
جائے گا؟ اور اللہ کے جاننے کا کیا مطلب ہے؟ اللہ کے جاننے کا مطلب ہی یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم آپ کو معلوم ہو۔ کوئی آدمی کسی کی صفت
نہیں جانتا تو جانتا تو ...سیب ہے ، سیب کی آپ صفت نہیں جانتے تو آپ سیب
سے واقف نہیں ہیں۔ مولی کی صفت سے اگر آپ واقف نہیں ہیں تو آپ مولی
سے واقف نہیں ہیں۔ پانی کی صفت سے اگر آپ واقف نہیں ہیں تو اس کا
مطلب ہے آپ پانی کو نہیں جانتے۔ آپ کا ایک دوست ہے اس کا آپ خالی نام
جانتے ہیں ... زید، اس کی صفات سے واقف نہیں ہیں تو آپ کا دوست نہیں
ہے۔ زید تو ایک لاکھ ہے۔ آپ کا دوست جو زید ہے اس کی صفات سے آپ چونکہ
واقف ہیںاس لئے وہ آپ کا دوست ہے۔بیس پچاس زید آپ کے دوست نہیں ہیں۔
تو انسا ن جب اپنی صفت سے ہی واقف نہیں ہے تو وہ تو اپنا بھی دوست نہیں
بنا۔اللہ کا دوست کیسے بن سکتا ہے۔ تو آج کی اس نشست میں میرے خیال میں
جو بات میری سمجھ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے پاس جب تک اپنے باپ
آدم کا ورثہ علم الاسماء کا علم نہیں ہوگا وہ آدم زاد کہلانے کا مستحق نہیں
ہے۔ یا ہے؟ جی؟ زور سے بولو یار اگر ہے تو ہے؟ پھر آپ جب آدم زاد نہیں ہیں
تو کیا ہیں بھائی؟ کیا ہیں آپ؟ حیوانات ہیں ، جانور ہیں۔ تو جانور تو جنت میں
نہیں جاتا بھائی۔جنت تو انسانوں کے لئے بنی یا حیوانوں کے لئے بنی؟ تو جب آدم
زاد انسانیت کے دائرے میں داخل ہی نہیں ہوا تو جنت میں کیسے چلا جائے گا؟ اب
کھانے پینے کا مسئلہ ہے تو کھانا پینا تو بھئی اللہ تعالیٰ سب ہی کو دے رہا ہے۔
کتے کو ، بلی کو اللہ دے رہا ہے۔ گائے بھینس کو دے رہا ہے۔ شیر کو دے رہا ہے،
چیل کو دے رہا ہے، کوے کو دے رہا ہے۔ سب کو دے رہا ہے۔ حشرات الارض کو
دے رہاہے۔ مچھلیوں کو دے رہا ہے۔ ہمیں بھی دے رہا ہے۔ وہ کچا کھاجاتے ہیں
ہم پکا کے کھالیتے ہیں۔ یعنی کس بنیاد پر ہم افضل ہیں دوسری مخلوق سے ؟
یہ تو آپ بتادیں کم از کم اتنی بات تو بتادیں بھائی۔جی؟ وہ ہمیں حاصل ہے؟ پھر
ہم کیا ہوئے بھائی؟ آپ پی ایچ ڈی ہوگئے۔ کسی بھی شعبے میں پی ایچ ڈی کی
ماشا ء اللہ بڑی اچھی بات ہے ۔ علم الاسماء آپ نے نہیں سیکھا ۔ آپ کی کیا
حیثیت ہوئی؟یہاں تو آپ کو حیثیت مل گئی اس دنیا میں۔تو مرنے کے بعدتو یہ آپ
کا علم نہیں چلتا۔ مثلاً آپ نے کیمسٹری پڑھ لی تو مرنے کے بعد تو یہ کام نہیں
آتی۔ آپ انجنئیر بن گئے، ڈاکٹر بن گئے، سائنٹسٹ بن گئے۔ تو یہ علم تو مرنے کے
بعد تو کام نہیں آتے یا آئے گا؟ مرنے کے بعد تو آپ کو وہ علم کام آئے گا جس علم

کی بنیاد پر آپ کی اللہ سے دوستی ہوتی ہے۔ اور اللہ سے دوستی کی جو بنیاد
ہے وہ علم الاسماء ہے۔ و علم الآدم الاسماء کلھا ... کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
کہ میں نے آدم کو اپنی صفات کا پور ا پورا علم سکھا دیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی
صفات چونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہیتو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت تخلیق ہے۔ اس کا
مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو تخلیقی علوم سکھادئیے۔ تخلیقی فارمولے
سکھادئیے۔ یہی روحانیت ہے۔ اتنے لوگ مراقبے کرتے ہیں۔ میڈیٹیشن سینٹر کھلے
ہوئے ہیں۔یوگا اور فلاں اور فلاں۔ ہزاروں ہزاروں کتابیں لکھی گئی
ہیں۔ ہزاروں ہزاروں سینٹر بنے ہوئے ہیں۔لیکن علم الاسماء چونکہ وہاں زیر
بحث نہیں ہے۔ اس لئے وہ ایک علم ہے۔ جیسے سائنس ایک علم ہے۔ اس طرح

Spiritualism

بھی ایک علم ہے۔

Spiritual knowledge

بھی ایک نالج ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا جو سلسلہ ہے۔ اور سیدنا
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے جس لئے اس دنیا میں مبعوث
فرمایا ، اس کا منشاء یہ ہے کہ نوع انسانی علم الاسماء کے علوم سے واقفیت
حاصل کرلے۔ اگر اس نے نوع انسانی نے علوم اسمائے الٰہیہ حاصل نہیں کئے تو
اس نے آدم کے ورثے کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف سے لاپرواہی اختیار کی۔ اور
خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھوا الخسران المبین ... اس دنیا میں بھی گھاٹے کا سودا
کیا اور آخرت میں بھی گھاٹے کا سودا کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا
فرمائے ۔ میرا خیال ہے بھئی کہ بجے تک ہے وقت؟ بارہ بج گئے ختم کریں؟ کیا
خیال ہے بھائی ختم کردیں یا اور سنو گے؟ اچھا بھائی اب ماشاء اللہ باتیں آپ نے
سن لیں۔اب یہ ہے کہ پھر انشاء اللہ سال بھر کے بعد ایسا اجتماع ہوگا۔ تو اگر
کسی صاحب کے ذہن میں کوئی سوال ہو کوئی بات ہو پوچھنی ہو ، بہت سارے
لوگ کہتے ہیں صاحب ہمیں یہ پوچھنا تھا وہ پوچھنا تھا تو کچھ وقفہ کے لئے آپ
لوگ سوال جواب کرسکتے ہیں۔ کسی صاحب کو کوئی سوال وال کرنا ہو ،کچھ
پوچھنا ہے بھئی؟

علم الاسماء کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ آدم کے بیٹے بن جائیں ۔ آپ کہیں
جی شہزادگی حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟ بھئی بادشاہ کے بیٹے ہو وہی کچھ
کرو جو بادشاہ کرتا ہے۔ شہزادے بن جاؤگے۔ اب بادشاہ کے تم بیٹے ہو چوری
چکاری کرتے پھرتے ہوتو شہزادے تو نہیں بن سکتے ہو۔ بھئی آدم کے بیٹے بن جاؤ
سیدھے صحیح صحیح۔جب تک آپ آدم کے بیٹے نہیں بنیں گے ۔اس وقت تک تو
ورثے ہی زیر بحث نہیں آتا بھئی۔ ابھی توہم حیوان ہیں۔ حیوانات ہیں، گائے
بھینسوں کی طرح ہیں۔تو گائے بھینسوں کو تو اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء نہیں
سکھایا ہے۔گائے بھینسوں کو اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء نہیں سکھایا ہے۔ علم

الاسماء تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ہے۔ تو آدم کا ورثہ حاصل کرنے کے لئے
ضروری ہے کہ پہلے ہم آدم تو بنیں۔ اور آدم کی تعریف یہ ہے کہ اس کو علم
الاسماء حاصل ہوتا ہے۔ اگر اسے علم الاسماء حاصل نہیں ہے تو وہ حیوان ہے
آدم نہیں ہے۔

... جی اور کوئی صاحب بھئی

جی...؟ قرآن کا مطالعہ علم الاسماء کیا مطلب ہو ا بھائی؟ بھائی قرآن پاک تو
سارا ہی علم الاسماء ہے۔ قرآن پاک ہے ہی علم الاسماء ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن
پاک میں جو کچھ فرمایا وہ علم الاسماء کے دائرے میں ہے۔ اور اس میں حضرت
سلیمان کے دربار میں ایک بندہ بیٹھا ہوا ہے ۔ اس نے کہا کہ صاحب اس سے
پہلے کہ آپ پلک جھپکیں تخت آجائے گا بلقیس کا تخت آگیا۔ درباری بڑے حیران
ہوئے۔ تو اس نے کہا نہیں کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے ۔ قال الذی عندہ علم
من الکتاب ... کہ میرے پاس تو قرآن کا علم ہے، کتاب کا علم ہے۔ اس علم کی
بنیاد پر میں اس مادی طور پر تخت وہاں گیا۔ ستائیس سو میل دور سے۔ قرآن
تو سارا ہی علم الاسماء ہے بھئی۔ بنیادی بات یہ ہے کہ علم الاسماء سیکھوگے
تو قرآن پڑھوے قرآن کی سمجھ آئے گی۔ جب علم الاسماء نہیں سیکھوگے تو
قرآن کی سمجھ کہاں سے آئے گی۔قرآن نازل ہوا انسانوں کے اوپر۔اور انسانوں
کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم الاسماء سکھایا کسی اور مخلوق کو نہیں
سکھایا ہے۔ یہ تصوف یہ روحانیت ، یہ پیر و مرشد یہ سب کیا ہے؟ اس کا
مطلب ہی یہ ہے کہ ایسا استاد ڈھونڈوجو آپ کو علم الاسماء سے آشنا کرے اور
آپ کو علم الاسماء سکھا دے جتنا اس نے سیکھا ہوا اور اگر کسی کو علم
الاسماء حاصل نہیں ہے تو بھائی وہ تو میری ہی طرح ہے استاد کیسے بن گیا
پھر۔

... جی اور کوئی صاحب کوئی سوال کرنا چاہیں

وہ تو پہلے بتادیا ناں کہ خیالات جو ہے ۔ اگر خیالات میں،میں ہے ۔ اگر خیالات
میں انفرادیت ہے ، وہ سب شیطنت ہے۔اور اگر خیال میں اللہ ہے وہ سب
رحمان ہے۔ آپ روٹی کھاتے ہیں، آپ کہتے ہیں میں نے روٹی کھائی۔ یہ شیطنت
ہے روحانی نقطہ نظر سے۔ آپ یہ کہتے ہیں اللہ نے مجھے روٹی کھلائی یہ سب
رحمانیت ہے۔آپ نے پانی پیا ، آپ کہتے ہیں میں نے پانی پیا۔ میں کہاں ہے؟ میں
تو ہے ہی نہیں۔ جب آپ یہ کہتے ہیں، ذہن میں آپ کے یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے
مجھے پانی پلایا ہے ۔ پہلے مجھے پیدا کیا ۔ پیدا ہونے سے پہلے پانی پیدا کیا۔ میرے
اندر یہ صلاحیت پیدا کی میں پانی کو پی سکوں ۔ اس لئے میں نے پانی پیا۔ تو آپ
کا پانی پینے کا سارے کا سارا عمل اللہ کے لئے ہوجائے گا۔ آپ کے بچے ہیں آپ ان
کی پرورش کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں میرے بچے۔ بھئی آپ کے بچے کہاں سے
ہیں۔ بچے تو اللہ کے ہیں۔ آپ ان کی پرورش اس لئے کرتے ہیں کہ آپ کی
ناموری ہوگی ۔تو یہ شیطنت ہے۔ آپ ان کی پرورش اس لئے کرتے ہیں کہ آپ

کہ بڑھاپے کا سہارا بنیں گے ۔ کیا پتہ سہارا بنیں نہ بنیں۔ آپ ان کی پرورش اس
لئے کرتے ہیں کہ اللہ نے میرے اوپر ذمہ داری ڈالی ہے کہ میں نے اس کی اللہ اور
اللہ کے رسول ﷺ کے ذہن کے مطابق پرورش کرنی ہے۔ آپ کا سارا کا سارا عمل
اللہ کے لئے ہوگیا۔بچے وہ آپ کا ہی ہے۔ اور یہ بھی بڑی عجیب بات ہے کہ اگر آپ
نے اپنے بچوں کی اللہ کے لئے پرورش کردی وہ بچے لازماً آپ کے بوڑھاپے کا سہارا
بنیں گے۔ لیکن اگر آپ نے اپنے بچوں کی پرورش اس لئے کی کہ وہ آپ کے
بوڑھاپے کا سہارا بنیں۔ اس میں نناوے فیصدی اس بات کا امکان ہے کہ بچے آپ
کے کام نہیں آئیں گے ۔جہاں اللہ ہے بیچ میں وہ سب رحمان ہے۔ اور جہاں
انسان کی اپنی ذات بیچ میں آگئی وہاں سب شیطان ہے۔ میں، یہ میں ہی تو
ہے جس نے مردود قرار پایا جس کی وجہ سے ابلیس۔اس نے کہا میں کیوں
سجدہ کروں۔میں تو آگ کا بنا ہوا ہوں۔ یہ تو مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس کی
سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ بھئی آگ کا کام تو جلانا ہے ، بھسم کردینا ہے۔
مٹی میں تو نشو و نما ہوتی ہے ۔ پھول نکلتے ہیں اس میں سے تو۔ کبھی آگ
میں سے پھول کھلتے دیکھے ہیں؟ لیکن اس کے ... شیطان کے اوپر میں کا غلبہ اتنا
زیادہ ہوگیا تھا کہ اس کی عقل ہی ماری گئی تھی۔ اور اس میں کے غلبے کی
بنیاد پر اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ بغاوت کی اللہ
تعالیٰ کے ساتھہ آدم کو اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء سکھائے ہوئے تھے۔ آدم سے
جب بھول چوک ہوئی۔ آدم نے یہ نہیں کہا اللہ تعالیٰ سے۔ شیطان نے کہا ...
قال فبما اغویتنی ... صراط المستقیم ... آپ نے مجھے کڈنیپ کرلیا ہے اور صراط
مستقیم سے بھٹکادیا ہے ۔ اور آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ میں نے سجدہ
کیوں نہیں کیا؟ آدم کی حیثیت ابلیس سے بہت زیادہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے علم
الاسماء سکھائے ہوئے ہیں۔ جب آدم سے اللہ تعالیٰ نے کہا تم نے ... لاتقربا ھذہ
الشجرۃ ... ہم نے منع کیاتھا اس درخت کے قریب نہیں جانا۔ آدم نے کہا ... ربنا
ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لن کوننا من الخاسرین ... اے ہمارے رب !
ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ آپ ہمیں معاف کردیں۔ اب دیکھئے کتنا فرق ہے۔
ابلیس نے منہ زوری کی۔ گستاخی کی۔ خود الٹا اللہ میاں کو مورد الزام قرار
دینے کی کوشش کی۔ کہ آپ ہی ایسا چاہتے تھے۔آدم نے ایسی کوئی بات نہیں
کی۔ آدم میں بیچ میں نہیں لائے۔ آدم نے میں کو ختم کرکے عاجزی انکساری کی۔
نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا۔ اور اس معافی کا آپ دیکھیں۔ ثمر دیکھیں
کہ آدم کی اولاد میں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بنادئے۔ آدم کی اولاد میں
سے اپنا محبوب بنا لیا محمد رسول اللہ ﷺ کو۔ اس لئے آدم نے اپنی نفی کردی۔
میں کو سامنے نہیں لائے۔ تو کسی انسان کے اندر جب تک میں رہتی ہے اس کے
اندر کبر رہتا ہے۔ جب وہ اپنی میں کو ختم کرلیتا ہے اور اپنی نفی کردیتا ہے تو
اس کے اندر سے کبر دور ہوجاتا ہے اور جس بندے کے اندر کبر ہوتا ہے ، اس بندے
کے اندر اقتدار کی خواہش ہوتی ہے۔ اقتدار کی خواہش کا مطلب ہی کبر ہے۔
اور جس بندے کے اندر اقتدار کی خواہش نہیں ہوتی وہ اقتدار اعلیٰ صرف اور

صرف اللہ کے لئے جانتا ہے۔ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کے لئے ہے۔ اقتدار کا کوئی حقدار نہیں سوائے اللہ کے۔ یہ میں انسان کو برباد کردیتی ہے۔ یہاں میں تُو کچھ نہیں ہے۔ یہاں سب اللہ ہے۔ آپ جو کچھ کریں، اللہ کے لئے کریں۔ اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

... بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جی...؟ اللہ کی صفات کا علم۔ تخلیقی فارمولے۔ اچھا اب ماشاء اللہ ۔ آپ سوچئے آپ کی سمجھ میں آجائے گا بات۔ اب ایسا کرتے ہیں تھوڑا سا ذکر کرلیتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھر وہ انشاء اللہ دعا کرلیں گے۔ انشاء اللہ۔ بارہ بج گئے ہیں ۔ اچھا اب ذکر میں یہ ہے ... یا اللہ۔ یا رحمٰن۔ یا رحیم۔ کا ذکر کریں گے۔ اس میں یہ ہے کہ ایک تو یہ کریں سب لوگ اس طرح بیٹھیں کہ کمر سیدھی رہے۔ لیکن کمر میں نہ خم آئے اور نہ اکڑے ایسے۔ اکڑنے سے پھر یہ ہوگا آپ تھک جائیں گے۔ یا اللہ۔ یا رحمٰن میرے ساتھ ساتھ پڑھئے گا۔ اس کے بعد چار پانچ منٹ کے لئے آنکھیں بند کرکے مراقبہ کرلیں گے۔اور اس کے بعد انشاء اللہ دعا کرنے کے بعد یہ مجلس میری طرف سے اختتام کو پہنچے گی۔

(اختتام)